منشی پریم چند کے ڈراما ’’کربلا‘‘ کا تجزیاتی جائزہ

ڈاکٹر روحی سلطانہ (کشمیر)

ملخص

پریم چند کے طبع زاد ڈراموں میں پہلا ڈراما ’’کربلا‘‘ ہے یہ ڈراما کربلا کے سانحہ پہ لکھا گیا ہے اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس موضوع پر لکھا گیا یہ اپنی نوعیت کا پہلا ڈرامہ ہے۔ یہ ڈراما نہایت ہی موثر انداز میں لکھا گیا ہے۔ چونکہ ڈراما کی کہانی اسلامی تاریخ اور اسلامی معاشرے سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا اس ڈرامے کی تصنیف سے پہلے پریم چند نے مختلف اسلامی تاریخوں کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کوشش میں لگے رہے کہ ڈرامے میں کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جس سے کسی مسلمان فرقے کے مذہبی جذبات مجروح ہوں یا جو تاریخ کی مسخ شدہ صورت ہو۔ ڈرامے کی پوری تخلیقی صورت کے بعد بھی مشہور رسالہ ’’زمانہ‘‘ کے دفتر میں اس ڈرامے پر مزید غور و خوض کیا گیا اور چند مسلم دوستوں کے علاوہ بعض شیعہ احباب سے بھی اس کے بارے میں مشورہ کیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں عرصہ تک خط و کتابت بھی رہی اور ڈرامے پر ہر ممکن پہلو پر روشنی ڈالی گئی بعض تواریخ کی ورق گردانی بھی کی گئی۔

منشی پریم چند کے ڈراما ''کربلا'' کا تجزیاتی جائزہ

منشی پریم چند بنیادی طور پر ایک افسانہ نویس اور ناول نگار ہیں لیکن اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ انہوں نے ڈرامے بھی لکھے ہیں، مگر ڈراما نگار کی حیثیت سے انہیں شہرت حاصل نہیں ہو پائی۔ اگرچہ پریم چند ایک مصلح تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اگر فکشن نگار نہ ہوتے تو بڑے سیاسی لیڈر یا سوشل ورکر ہوتے۔ ان کی کہانیوں میں ایک مقصد تھا، ایک منزل تھی جس کی کھوج میں وہ نکلے تھے۔ وہ سماج کی تمام برائیوں اور بیماریوں کو ڈھونڈھ کر نکالتے تھے۔ ان کی نشاندہی بھی کرتے تھے اور علاج بھی۔ اسی مقصد کے لئے انہوں نے فکشن کو ذریعۂ اظہار بنایا۔ پریم چند کے مخاطب ہندوستان کے کسان اور مزدور تھے۔ جب پریم چند نے لکھنا شروع کیا تھا اس وقت اس بات کا تصور بہت کم تھا کہ تمثیل اور ناٹکوں سے اصلاح و تعمیر کے مقاصد بھی پورے ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ڈرامے کا حسن اسٹیج پر چمکتا ہے اور جب تک اسے زندہ کرداروں کے ساتھ پیش نہ کیا جائے اس کی تمام خوبیاں نہ بروئے کار آسکتی ہیں اور نہ ہی وہ اصلاحی مقاصد کی تکمیل کرسکتا ہے۔ شاید ان چیزوں کی کمی کی وجہ سے پریم چند ڈراما نگاری میں بانسبت افسانہ نویسی اور ناول نگاری کوئی خاص مقام حاصل نہ کر پائے۔ اس کے باوجود بھی ان کے ڈرامے ایک اہمیت رکھتے ہیں خاص کر ان کا ڈراما ''کربلا'' جو کربلا کے سانحہ پر اردو ادب میں پہلا ڈراما ہے۔ پریم چند نے طبع زاد ڈراموں کے علاوہ دوسری زبانوں کے چند ڈراموں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے

پریم چند کے چار طبع زاد ڈرامے اور پانچ تراجم ہیں۔ تراجم ڈرامے ہندوستانی ماحول اور کرداروں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ پریم چند کے ڈراموں کی فہرست درجِ ذیل ہے:

۱۔ ہونہار برواکے چکنے چکنے پات (اردو طبع زاد غیر مطبوعہ)
۲۔ سنگرام (ہندی طبع زاد)
۳۔ شبِ تار (ڈنمارک کے مصنف میٹرلنک کے تمثیلی ڈرامے کا ترجمہ)
۴۔ کربلا (اردو طبع زاد)

۵۔ روحانی شادی (اردو طبع زاد)
۶۔ چاندی کی ڈبیا (انگریزی ڈرامے کا ترجمہ)
۷۔ ہڑتال (انگریزی ڈرامے کا ترجمہ)
۸۔ نیائے (انگریزی ڈرامے کا ترجمہ)
۹۔ آہنکار (فرانسی ڈرامے کا ترجمہ)

پریم چند کے طبع زاد ڈراموں میں پہلا ڈراما ''کربلا'' ہے یہ ڈراما کربلا کے سانحہ پہ لکھا گیا ہے اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس موضوع پر لکھا گیا یہ اپنی نوعیت کا پہلا ڈرامہ ہے۔ یہ ڈراما نہایت ہی موثر انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس تصنیف کے بارے میں نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

> ''اس کی تصنیف غالباً ۲۳۔۱۹۲۲ء میں ہوئی اور ۱۹۲۶اور ۱۹۲۸ء تک ''زمانہ'' کانپور کی سترہ اشاعتوں میں بلاقساط شائع ہوتا رہا۔ بعد میں کتابی شکل میں چھپا۔''

(منشی پریم چند: شخصیت اور کارنامے، ص۔ ۳۱۷)

چونکہ ڈراما کی کہانی اسلامی تاریخ اور اسلامی معاشرے سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا اس ڈرامے کی تصنیف سے پہلے پریم چند نے مختلف اسلامی تاریخوں کا گہرا مطالعہ کیا اور اس کوشش میں لگے رہے کہ ڈرامے میں کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جس سے کسی مسلمان فرقے کے مذہبی جذبات مجروح ہوں یا جو تاریخ کی مسخ شدہ صورت ہو۔ ڈرامے کی پوری تخلیقی صورت کے بعد بھی مشہور رسالہ ''زمانہ'' کے دفتر میں اس ڈرامے پر مزید غور و خوض کیا گیا اور چند مسلم دوستوں کے علاوہ بعض شیعہ احباب سے بھی اس کے بارے میں مشورہ کیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں عرصہ تک خط و کتابت بھی رہی اور ڈرامے پر ہر ممکن پہلو پر روشنی ڈالی گئی بعض تواریخ کی ورق گردانی بھی کی گئی۔

جب ڈرامے کے بارے میں ہر طرف سے مثبت پہلو نظر آیا اس کے بعد ڈرامے کو حتمی شکل دے کر رسالہ ''زمانہ'' میں شائع کرنے کی سوچی تو رسالہ کے ایڈیٹر منشی دیا نارائن نگم اس کی اشاعت بالاقساط شروع کرنے سے پہلے منشی پریم چند کو ایک بار پھر لکھا کہ اس میں ایسی کوئی بات تو نہیں جس سے شیعہ حضرات کو ناگواری ہو۔ پریم چند نے اس کا جواب یوں دیا تھا:

> ’’آپ یقین رکھیں میں نے احترام کہیں نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ ایک ایک لفظ پر اس بات کا خیال رکھا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو صدمہ نہ پہنچے۔ اس کا مقصد پولیٹکل ہے۔ باہمی اتحاد کو بڑھانا اور کچھ نہیں۔‘‘

(پریم چند نمبر، ’’زمانہ‘‘ کانپور، ص۔۹۸)

ڈراما کی اشاعت سے پہلے منشی دیا نارائن نگم نے مزید احتیاط یہ کی کہ بعض لوگوں سے ان کی رائے طلب کی اور اس پر تنقیدی نوٹ لکھنے کا مطالبہ بھی کیا۔ ان دنوں احسن سنبھلی ’’زمانہ‘‘ کے دفتر میں بطور اسسٹنٹ کام کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی اس ڈرامے پر چند اعتراضات کئے تھے۔ جب کہ ایک بزرگوار نے پوسٹ کارڈ پر اپنی تنقیدی رائے لکھ کر بھیجی تھی جس میں ڈراما ’’کربلا‘‘ کی اشاعت کو نامناسب بتایا تھا پھر یہ سارے تنقیدی کاغذات پریم چند کے پاس پہنچائے گئے جن کو پڑھ کر پریم چند نے منشی دیا نارائن نگم کو ایک تفصیلی خط لکھا جس کا اقتباس درجِ ذیل ہے:

> ’’بہتر ہے۔ کربلا نہ نکالے۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہے نہ میں مفت کا خلجان سر پر لینے کو تیار ہوں۔ میں نے حضرت حسینؑ کا حال پڑھا ان سے عقیدت ہوئی۔ ان کے ذوقِ شہادت نے مفتون کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ڈراما تھا۔ اگر مسلمانوں کو یہ بھی منظور نہیں کہ کسی ہندو کے زبان وقلم سے ان کے کسی مذہبی پیشوا یا امام کی مدح سرائی ہو تو میں اس کے لئے مصر نہیں ہوں اس کارڈ کا جواب دینا تو فضول ہے ہاں حضرتِ احسن کے نوٹ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ فرمانے ہیں کہ شیعہ حضرات یہ نہیں پسند کر سکتے کہ ان کے کسی مذہبی پیشوا کا ڈراما تیار کیا جائے۔ یہ شیعہ حضرات مذہبی پیشوا کی مثنوی پڑھتے ہیں۔ افسانے پڑھتے ہیں۔ مرثیے سنتے اور پڑھتے ہیں تو انہیں ڈراما سے کیوں اعتراض ہو۔ کیا اس لئے کہ ایک ہندو نے لکھا ہے۔‘‘

(پریم چند نمبر، ’’زمانہ‘‘ کانپور، ص۔۱۰۱)

اسی خط میں مزید لکھتے ہیں:

’’خواجہ حسن نظامی نے کرشن بھگتی لکھی۔ ایک ہندو نقاد نے اس کی تعریف کی۔

> صرف اس لئے کہ مولانا نے کرشن سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا تھا۔ میرا بھی یہی منشا تھا۔ اگر حسن نظامی کو وہ آزادی ہے اور مجھے نہیں تو مجھے اس کا افسوس نہیں۔ برائے کرم اس مسودے کو واپس فرما دیجئے۔'' [۴]

(پریم چند نمبر، ''زمانہ'' کانپور، ص۔ ۱۰۱)

آخر کار اتنے بحث وتکرار کے بعد یہ ڈراما رسالہ '' کانپور'' میں قسط وار شائع ہونے لگا۔ منشی دیا نارائن نگم نے پھر یہ لکھا کہ ڈرامے میں آپ نے جو غزلیں لکھیں ہیں وہ کہیں قابلِ اعتراض نہ ہوں۔ اس کے جواب میں پریم چند نے لکھا:

> ''غزلیں حذف کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے حضرت حسین کی زبان سے کوئی عاشقانہ غزل کہیں ادا نہیں کرائی ہے۔ یزید کی مجلس میں غزلیں گائی گئی اور بے موقع نہیں ہیں۔ غزلوں کا انتخاب اچھا نہیں ہوا تو آپ کو اختیار ہے اچھی غزلیں چن کر شامل کر لیجئے۔'' [۵]

(منشی پریم چند: شخصیت اور کارنامے، ص۔ ۳۲۲)

آخر کار جب ڈراما شائع ہونے لگا تو کئی لوگ نکتہ چینی اور حرف گیری کرنے لگے جس کے بارے میں احتیاط کی چھلنی میں اتنا چھان کر جب یہ شائع ہوا تو بڑی لے دے ہوئی اور اس کے خلاف اخباروں میں اودھم مچایا گیا۔ مگر پریم چند نے ان سب باتوں کی کوئی پروا نہیں کی نہ ہی ایڈیٹر زمانہ نے اس ہنگامے کی طرف توجہ نہ دی۔ اگر ہر اعتراض کا جواب دیا جاتا تو تضیع اوقات اور خوامخواہ پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ ڈراما پریم چند کے حسنِ عقیدت کا مظہر ہے۔ انہوں نے اس میں کوئی واقعہ کوئی جملہ کوئی لفظ ایسا نہیں لکھا جس سے کسی فرقے یا فرد کی دل آزاری یا تضحیک وتوہین مراد ومقصد ہو۔ اس کے علاوہ انہوں نے تاریخی واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا جس سے حقیقت مسخ ہوئی ہو۔ ذیب داستان میں دلچسپی بڑھانے کے لئے بعض باتوں کا اضافہ ضرور کیا ہے۔ لیکن ایسی بہت سی چیزیں انیس ودبیر کے مرثیوں میں بھی مل جاتی ہیں۔ تمام مرثیہ نگاروں نے ہرگز یہ التزام نہیں کیا کہ جو کچھ وہ لکھیں سراسر تاریخی واقعات کے خلاف نہ ہوں ان مرثیوں میں جذبات نگاری، مناظر موسم عادات

واطوار بیشتر ہندوستانی مزاج کے ہیں۔ اصل واقعہ میں اضافے اور اختلاف محض اس لئے قبول کر لئے جاتے ہیں کہ ان سے واقعہ کے اظہار میں شدت اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور اصل ماجرے پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا۔

آخر کار ڈراما ‘‘کربلا’’ رسالہ ‘‘زمانہ’’ میں شائع ہوا اور تضحیک والتفات کے بعد ایک مشہور ادبی ڈراما کی حیثیت سے ابھر آیا۔ اس ڈراما کے منظر عام پر آنے کے بعد ڈاکٹر نامی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ‘‘چونکہ اس میں واقعاتِ کربلا پیش کئے گئے تھے اس لئے مسلمانوں نے اس کی سخت مخالفت کی خود ہندی اخبارات نے مصنف پر لے دے کی۔ پریم چند جب ہندی اسٹوری بنام ‘‘مل’’ لکھ رہے تھے تو اسٹوڈیو (بمبئی) کے احاطے میں ان کی چند مسلمانوں سے تو تو میں میں ہوگئی اور انہوں نے ‘‘کربلا’’ پھاڑ کر ان کے منھ پے دے مارا اور بہت سے ناشائستہ الفاظ کہے ایک جرمن خاتون مسسز نرگس ہنرے نے بیچ بچاؤ کیا۔’’

(اردو تھیٹر، حصہ سوم، ص ۱۰۷)

کربلا ڈراما پانچ ایکٹ پر مشتمل ہے۔ پہلے ایکٹ میں سات سین ہیں۔ دوسرے ایکٹ میں تیرہ سین، تیسرے ایکٹ میں سات، چوتھے میں دس جبکہ پانچویں میں چھے سین ہیں۔ پوری کہانی میں ان واقعات کو پیش کیا گیا ہے جن کی وجوہات کے بنا پر سانحۂ کربلا پیش آیا۔

کہانی کچھ اس طرح ترتیب دی گئی ہے: کہ امیر معاویہ کے بعد یزید شہر میں اپنی خلافت کی منادی کراتا ہے اور اس سازش میں ضحاک، ولیؔد اور مروان اس کا ساتھ دیتے ہیں، ۔حضرت امام حسینؑ حضرت عباسؑ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے اپنے نانا جان کے قصے یاد فرما رہے ہوتے ہیں کہ انہیں یزید کا پیغام دیا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کو جب یہ اطلاع مل جاتی تو انہیں بہت افسوس ہوتا ہے اس لئے کہ بیعت کے حقدار وہ خود تھے۔ مسجد میں اس سلسلے میں حضرت عباسؑ سے مشورہ کرتے ہیں کہ مروان اور ولید آتے ہیں اور امام حسینؑ سے یزید کے نام کی بیعت لینے کی درخواست کرتے ہیں ۔۔ حضرت امام حسینؑ انکار کرتے ہیں اور وہ ناکام واپس چلے جاتے ہیں۔ حضرت عباسؑ امام حسینؑ سے گھر چلنے کی درخواست کرتے

ہیں جس پر امام حسینؑ فرماتے ہیں ’’نہیں عباس اب لوٹ کر گھر نہ جاؤں گا ابھی میں نے خواب دیکھا ہے نانا آئے اور مجھے چھاتی سے لگا کر کہتے ہیں کہ بہت تھوڑے عرصے میں ایسے آدمیوں کے ہاتھ شہید ہوگا جو خود کو مسلمان کہتے ہوں گے اور وہ مسلمان نہیں ہوں گے۔ میں نے تیری شہادت کے لئے کربلا کا میدان چنا ہے اس وقت تو پیاسا ہوگا لیکن تیرے دشمن تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیں گے۔ تیرے لئے جنت میں ایک بہت اونچا درجہ مخصوص کیا گیا ہے۔ مگر وہ درجہ شہادت کے بنا حاصل نہ ہوگا۔ یہ فرما کرنانا تشریف لے گئے‘‘۔ اس بشارت پر امام حسینؑ حق اور صداقت کے لئے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے کنبہ والوں اور چند خیر خواہوں کو ساتھ لے کر کوفہ کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ کوفہ پہنچ کر بھی ان کی کوشش صلح کی ہوتی ہے اور وہ حضرت عباسؑ سے کہتے ہیں ’’نہیں ابھی نہیں میں جنگ میں پہلا قدم بڑھانا نہیں چاہتا۔ میں ایک مرتبہ پھر صلح کی تحریک کروں گا۔ ابھی تک میں نے شام کے لشکر سے کوئی تقریر نہیں کی۔ سرداروں سے کام نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب میں جوانوں سے روبرو باتیں کرنا چاہتا ہوں‘‘۔ لیکن امام حسینؑ کو ہر طرح سے بیعت کے لئے مجبور کیا گیا اور وہ اس سے انکار کرتے ہوئے جنگ کے لئے تیار ہو جاتے۔ وہ شمر سے کہتے ہیں ’’تو اس شرط پر صلح کرنا میرے لئے غیر ممکن ہے خدا کی قسم میں ذلیل ہو کر تمہارے سامنے سر نہ جھکاؤں گا اور نہ خوف مجھے یزید کی بیعت قبول کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے ہم بھی جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں‘‘۔ اور اس طرح کربلا کی جنگ شروع ہو جاتی ہے جس میں حضرت امام حسینؑ اور ان کے تمام ساتھی شہادت کا جام نوش فرماتے ہیں۔ بیگمات بے گھر ہو جاتی ہیں۔

موضوع کے اعتبار سے ڈرامے میں نیا پن نہیں ہے لیکن اس موضوع کو پیش کرنے کا طریقہ ضرور نیا ہے۔ ڈراما نگار نے ادبی تخلیق پیش کرنے لے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ اس سے پہلے اس موضوع پر کسی نے کوئی ڈراما نہیں لکھا تھا۔ میر انیس نے صنفِ مرثیہ کے فروغ کے لئے واقعۂ کربلا کو اپنا موضوع بنایا۔ اگرچہ پریم چند کو اس ڈرامے کے لکھنے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے وہ مایوسی ہاتھ نہ آئی جس کا شروع میں ذکر کیا گیا ہے تو شائد اس واقعہ پر اور لوگ بھی قلم اٹھاتے اور نادر نمونے پیش کرتے۔

واقعۂ کربلا کو ڈرامے کا موضوع بنانا واقعی ہمت کا کام ہے جہاں تک اس کے ادبی حیثیت کے تعین کا سوال ہے پریم چند کی اس کوشش کو سراہا جا سکتا ہے۔ ڈرامے کی زبان بہت صاف اور رواں

ہے۔ مکالموں کا انداز بھی قریب قریب فطری سا ہے مثال کے لئے چند مکالمے پیش کئے جاتے ہیں:

''علی اکبر: دریا کے کنارے خیمے لگائے جائیں۔ ٹھنڈی ہوا آئے گی

عباس: بڑی فراغت کی جگہ ہے

حسین: (انکھوں میں آنسو بھرے ہوئے) بھائی لہراتے ہوئے دریا کو دیکھ کر دل بھر آتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس جگہ ایک بار والد مرحوم کی فوج ٹھہری تھی بابا بہت غمگین تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو نہ تھمے تھے۔ نہ کھانا کھاتے تھے نہ سوتے تھے میں نے پوچھا یا حضرت آپ اس قدر بے تاب کیوں ہیں مجھے چھاتی سے لیٹا کر بولے بیٹا تو میرے بعد ایک دن یہاں آئے گا۔ اس دن تجھے میرے رونے کا سبب معلوم ہوگا۔'' آج مجھے ان کی وہ بات یاد آتی ہے۔ ان کا رونا بے سبب نہیں تھا۔ اس جگہ ہمارے خون بہائے جائیں گے۔ اسی جگہ ازدواجِ مطہرات قید کی جائیں گی۔ اسی جگہ ہمارے سارے ساتھی شہید کئے جائیں گے اسی جگہ کا وعدہ میرے نانا سے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اسی کا وعدہ تقدیر کی تحریر ہے۔''

(کربلا، ص۔ ۱۲۶)

ڈرامے کی دلچسپی کے لئے اس میں ایک رومانی داستان بھی موجود ہے اور شعر و شاعری کی چاشنی بھی۔

(شام کا وقت ہے نسیمہ باغیچہ میں بیٹھی آہستہ آہستہ گا رہی ہے)

دفن کرنے چلے تھے میرے گھر سے تجھے   کاش تم بھی دیکھ لیتے روزن در سے مجھے
سانس پوری ہو چکی دنیا سے رخصت ہو چکا   تم اب آئے ہو اٹھانے میرے بستر سے مجھے
کیوں اٹھاتا ہے مجھے میری تمنا کو نکال   تیرے در تک کھینچ لائی تھی یہی گھر سے مجھے
ہجر کی شب کچھ نہیں مونس تھا میرا اے قضا   اک ذرا رونے دے مجھے مل کر کے بستر سے مجھے
یاد ہے لیکن اب تک وہ زمانہ یاد ہے   جب چھڑایا تھا فلک نے میرے دلبر سے مجھے

(کربلا، ص۔ ۱۱۸)

پریم چند کو مناظرِ قدرت کے بیان کرنے پر کمال حاصل ہے۔ حسبِ عادت انھوں نے جگہ جگہ مناظر کی تصویر کشی کی ہے۔ دوپہر کا وقت تھا اور حضرت حسین کے قافلے کا پڑاؤ تھا۔ بگولے اُٹھ رہے تھے۔ حضرت امام حسین حضرت اصغرؑ کو گود میں لئے خیمے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ یہ سین ملاحظہ فرمائیں:

> حسینؑ: (دل میں) یہ گرمی نگاہیں جلتی ہیں۔ پتھر کی چٹانوں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ جسم جُھلسا جاتا ہے۔ بچوں کے چہرے سنولا گئے ہیں۔ یہ لاامتناہی سفیدی۔ یہ وسیع ریگستان۔ اس کی کہیں حد بھی ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے پیاس کے مارے ہوک ہوک پانی پی لیا ہے ان کے کلیجوں میں درد ہو رہا ہے۔ اب تک کوفہ سے کوئی قاصد نہ آیا۔''

(کربلا، ص۔۱۱۳)

یہ ڈراما پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اسے لکھتے وقت پریم چند کے سامنے میر انیس کے مرثیے تھے۔ جس کے بارے میں ڈاکٹر عطیہ نشاط اپنی تصنیف 'اردو ڈراما روایت اور تجربہ' میں لکھتی ہیں:

> ''بعض جگہ بالکل وہی الفاظ شعر کے بجائے مکالمے کے اندر پیش کئے گئے ہیں۔ مثال کے لئے عون اور محمد کے میدان جنگ میں جانے کے اشتیاق کو پریم چند اس طرح بیان کرتے ہیں:
>
> شہر بانو: ہے ہے بہن تم نے کیا ستم کیا۔ اب ننھے ننھے بچوں کو جنگ میں جھونک دیا۔ ابھی علی اکبر بیٹھا ہوا ہے۔ عباس موجود ہی نہیں ایسی کیا جلدی پڑی تھی۔
>
> زینب: یہ کسی کے رُکے رُکتے ہیں۔ کل ہی سے ہتھیار سجے منتظر بیٹھے تھے۔ رات بھر تلواریں صاف کی گئیں اور یہاں آئے ہی کس لئے تھے۔ زندگی باقی ہے تو دونوں پھر آئیں گے۔ مرجانے کا غم نہیں آخر کس دن کام آتے بہاؤ میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں رہتی۔ رسولِ پاک کو کیا منھ دکھاتی۔''

(اردو ڈراما روایات اور تجربہ، ص۔۲۰۴)

المختصر فنی نقطۂ نظر سے ڈرامے میں خامیاں بھی نظر آتی ہیں۔ طویل مکالمے اور خود کلامی کا زیادہ

استعمال کیا گیا ہے جس سے قاری کو اُکتاہٹ پیدا ہوئی ہے۔ چونکہ برصغیر میں مذہب کا جو تصور ہے۔ اس میں یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ادا کار مذہبی شخصیتوں کا پارٹ کریں اور لوگ اس کو گوارا کریں۔ اس لئے پریم چند نے یہ تو کبھی سوچا ہی نہیں ہوگا کہ ''کربلا'' ڈراما کبھی اسٹیج پر بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ پھر بھی چونکہ واقعہ ٔ کربلا میں حق و باطل کی زبردست کشمکش ہے اور خیر وشر کی قوتیں مختلف مرحلوں پر ٹکراتی رہتی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ ان واقعات پر مشتمل زبردست ڈراما لکھا جا سکتا ہے لیکن پریم چند کا کربلا اس کشمکش اور تصادم کو ڈرامائی انداز سے پیش کرنے کے بجائے ناول کے بیانیہ انداز میں نظر آتا ہے۔ مناظر کی تقسیم جذباتی تصادم کو اپنے عروج پر پہنچنے نہیں دیتی۔ ڈرامے کی ان خامیوں کو ایک طرف چھوڑ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ڈراما کربلائی نثر میں اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن جو چیز اس ڈرامے کو انفرادیت اور اہمیت بخشی ہے وہ ہے اس کا موضوع جس پر اس سے پہلے برصغیر کے کسی بھی ادیب نے ڈرامائی صورت میں قلم آزمائی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن پریم چند نے ایک غیر مسلم ہونے کے باوجود بھی حضرت امام حسینؑ سے عقیدت کے سلسلے میں سانحۂ کربلا کے بارے میں تفصیل سے پڑھنے اور جاننے کے بعد اس ڈرامے کو تخلیقی عمل کا وجود بخشا۔

☆☆☆